فتاویٰ امن پوری (قسط ۳۰۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا سَمِعَ أَحَدُكُمُ النِّدَاءَ وَالْإِنَاءُ عَلٰى يَدِهٖ، فَلَا يَضَعْهُ حَتّٰى يَقْضِيَ حَاجَتَهٗ مِنْهُ .

''جب آپ اذان سنیں اور برتن آپ کے ہاتھ میں ہو، تو اس وقت تک نہ رکھیں، جب تک اپنی ضرورت پوری نہ کرلیں۔''

(سنن أبي داود : 2350)

جواب: مرفوعاً یہ روایت ضعیف ہے۔

❀ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِصَحِيحٍ .

''یہ روایت ثابت نہیں۔''

(عِلل الحديث لابن أبي حاتم : 340، 759)

البتہ یہ روایت عمار بن ابی عمار عن ابی ہریرۃ کے طریق سے موقوف ثابت ہے، جیسا کہ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

(عِلل الحديث لابن أبي حاتم : 340، 759)

اس حدیث کا ظاہری معنی مراد نہیں، اہل علم کے مطابق اس حدیث میں اذان سے مراد رات کی اذان ہے، جو طلوع فجر سے پہلے کہی جاتی تھی، جسے عام طور پر تہجد کی اذان کہا جاتا ہے۔ یا اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ جس شخص کو یقین ہو کہ ابھی فجر طلوع نہیں ہوئی اور مؤذن نے غلطی سے پہلے اذان کہہ دی ہے، تو وہ حسب ضرورت کھاتا پیتا رہے، کیونکہ ابھی سحری کا وقت باقی ہے، البتہ جس شخص کو طلوع فجر کا یقین ہو جائے، تو اس کے لیے اذان سننے کے بعد کھانا پینا جائز نہیں، بلکہ وہ ترک کر دے گا۔

۞ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا عَلٰى قَوْلِهٖ : إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ، أَوْ يَكُونُ مَعْنَاهُ أَنْ يَسْمَعَ الْأَذَانَ وَهُوَ يَشُكُّ فِي الصُّبْحِ مِثْلَ أَنْ تَكُونَ السَّمَاءُ مُتَغَمَّةً فَلَا يَقَعُ لَهُ الْعِلْمُ بِأَذَانِهٖ أَنَّ الْفَجْرَ قَدْ طَلَعَ لِعِلْمِهٖ أَنَّ دَلَائِلَ الْفَجْرِ مَعَهٗ مَعْدُومَةٌ وَلَوْ ظَهَرَتْ لِلْمُؤَذِّنِ لَظَهَرَتْ لَهٗ أَيْضًا، فَأَمَّا إِذَا عَلِمَ انْفِجَارَ الصُّبْحِ فَلَا حَاجَةَ بِهٖ إِلٰى أَذَانِ الصَّارِخِ لِأَنَّهٗ مَأْمُورٌ بِأَنْ يُمْسِكَ عَنِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ إِذَا تَبَيَّنَ لَهُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ .

''اس روایت کا معنی وہی ہے، جو اس فرمان نبوی کا معنی ہے کہ ''بلال رات کو اذان کہتے ہیں، لہٰذا آپ کھاتے پیتے رہیں، یہاں تک کہ ابن اُم مکتوم اذان کہہ دیں۔'' یا اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اذان سنتا ہے اور اسے فجر کے

طلوع ہونے میں شک ہے، مثلاً مطلع ابر آلود ہے، پس اسے اذان سے یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ فجر طلوع ہوچکی ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ (اس کی طرح) مؤذن کے پاس بھی فجر کے طلوع ہونے کا ثبوت نہیں ہے، اگر مؤذن پر فجر کا وقت ظاہر ہو جاتا، تو اس پر بھی ظاہر ہو جاتا۔ البتہ اگر اسے طلوع فجر کا علم ہو جائے، تو اسے مؤذن کی آواز سننے کی حاجت نہیں، کیونکہ اسے حکم ہے کہ جب فجر کے وقت سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے (یعنی فجر کی روشنی طلوع ہو جائے) تو وہ کھانے پینے سے رک جائے۔''

(مَعالم السّنن : 106/2)

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ مَحْمُولٌ عِنْدَ عَوَامِّ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِمَ أَنَّ الْمُنَادِيَ كَانَ يُنَادِي قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ بِحَيْثُ يَقَعُ شُرْبُهٗ قُبَيْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ .

''اکثر اہل علم کے نزدیک یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ نبی کریم ﷺ جانتے تھے کہ مؤذن طلوع فجر سے پہلے اذان کہتا ہے، اس اعتبار سے اس کا (کھانا اور) پینا طلوع فجر سے پہلے ہی ہوگا۔''

(السنن الکبریٰ، تحت الحدیث : 8020)

معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا روایت مرفوعاً ثابت نہیں، موقوف ثابت ہے اور اس کا بھی ظاہری معنی مراد نہیں، بلکہ اس رات کی اذان کے متعلق ہے، جو طلوع فجر سے پہلے دی جاتی ہے۔ ہمارے دور میں چونکہ گھڑیاں موجود ہیں اور اذان بھی وقت پر ہوتی ہے، لہٰذا اذان

فجر سننے کے بعد کھانا پینا جائز نہیں، واللہ اعلم!

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ **مجاہد بن جبر رحمہ اللہ سے مروی ہے:**

صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولٰى مِنَ الصَّلَاةِ.

''میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اقتدا میں نماز ادا کی۔ آپ نماز کی صرف پہلی تکبیر میں رفع الیدین کرتے تھے۔''

(شرح مَعاني الآثار: ٢٢٥/١)

جواب: یہ روایت ابوبکر بن عیاش کا وہم اور خطا ہے۔

① **امام احمد بن محمد بن ہانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:**

سُئِلَ (الْإِمَامُ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ) عَنْ حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ فِي الرَّفْعِ؟ قَالَ: رَوَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَهُوَ بَاطِلٌ.

''امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی رفع الیدین کے متعلق حدیث کے بارے میں سوال ہوا، تو فرمایا: اسے ابوبکر بن عیاش نے حصین عن مجاہد عن ابن عمر کی سند سے بیان کیا ہے اور یہ روایت باطل ہے۔''

(موسوعة أقوال الإمام أحمد ابن حنبل: ٣٣٠/٤)

② **امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

حَدِيثُ أَبِي بَكْرٍ عَنْ حُصَيْنٍ، إِنَّمَا هُوَ تَوَهُّمٌ مِنْهُ لَا أَصْلَ لَهُ.

''ابوبکر بن عیاش کی حصین سے بیان کردہ حدیث ان کا وہم ہے۔اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔''(جُزء رفع اليدين للبخاري : ١/١٧)

③ امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

كَانَ صَاحِبُهُ (أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ) قَدْ تَغَيَّرَ بِأُخْرَةٍ .

''اسے بیان کرنے والے (ابوبکر بن عیاش) کا آخری عمر میں حافظہ بگڑ گیا تھا۔''

(جُزء رفع اليدين : ١/٧١)

امام بخاری رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق ابوبکر بن عیاش نے یہ حدیث حافظہ کی خرابی کے بعد بیان کی ہے۔

④ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَهُ أَبُو بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ عَنْ حُصَيْنٍ، وَهُوَ وَهْمٌ مِنْهُ، أَوْ مِنْ حُصَيْنٍ .

''یہ روایت ابوبکر بن عیاش نے حصین سے بیان کی ہے، یہ اس کا وہم ہے یا حصین کا وہم ہے۔''

(علل الدارقطني : ١٣/١٦)

⑤ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

...... مِنْ طَعْنِ الْحُفَّاظِ فِي تِلْكِ الرِّوَايَةِ .

''......محدثین نے اس روایت پر جرح کی ہے۔''

(مَعرِفة السّنن والآثار : ٢/٤٣٥)

مزید فرماتے ہیں:

ثُمَّ اخْتَلَطَ عَلَيْهِ حِينَ سَاءَ حِفْظُهُ، فَرَوٰى مَا قَدْ خُولِفَ فِيهِ،

فَكَيْفَ يَجُوزُ دَعْوَى النَّسْخِ فِي حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ بِمِثْلِ هٰذَا الْحَدِيثِ الضَّعِيفِ؟ .

''پھر جب ابوبکر بن عیاش کا حافظہ خراب ہوا، تو اس نے ایسی روایات بیان کیں، جن میں ثقہ راویوں کی طرف سے اس کی مخالفت کی گئی، لہٰذا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں نسخ کا دعویٰ اس جیسی ضعیف حدیث کی وجہ سے کیسے کیا جا سکتا ہے؟''

(مَعرِفة السّنن والآثار : ٢/٤٢٨)

⑥ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ مَا حَكَوْا لَا عَنْ عُمَرَ وَلَا عَنْ عَلِيٍّ وَلَا عَنِ ابْنِ عُمَرَ .

''سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا علی، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے منسوب جو (عدم رفع الیدین) بیان کیا جاتا ہے، یہ ثابت نہیں۔''

(التّحقيق في مسائل الخِلاف : ١/٣٣٦)

ابوبکر بن عیاش کے متعلق بہترین رائے امام ابن حبان رحمہ اللہ کی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

اَلصَّوَاب فِي أَمْرِهٖ مُجَانَبَةُ مَا عُلِمَ أَنَّهٗ أَخْطَأَ فِيهِ وَالْاِحْتِجَاجُ بِمَا يَرْوِيهِ سَوَاءً وَافَقَ الثِّقَاتَ أَوْ خَالَفَهُمْ لِأَنَّهٗ دَاخِلٌ فِي جُمْلَةِ أَهْلِ الْعَدَالَة، وَمَنْ صَحَّتْ عَدَالَتُهٗ لَمْ يَسْتَحِقَّ الْقَدْحَ وَلَا الْجَرْحَ إِلَّا بَعْدَ زَوَالِ الْعَدَالَةِ عَنْهُ بِأَحَدِ أَسْبَابِ الْجَرْحِ، وَهٰكَذَا حُكْمُ كُلِّ مُحَدِّثٍ ثِقَةٍ صَحَّتْ عَدَالَتُهٗ وَتَبَيَّنَ خَطَاؤُهٗ .

''ابوبکر بن عیاش کے معاملے میں درست بات یہ ہے کہ ان کی جن روایات

میں غلطی معلوم ہو جائے، ان سے اجتناب کیا جائے اور ان کی باقی روایات خواہ وہ ثقات کے موافق ہوں یا مخالف، ان سے حجت لی جائے، کیونکہ وہ بھی اہل عدالت میں شامل ہیں۔ جس راوی کی عدالت ثابت ہو جائے، وہ جرح و قدح کا مستحق نہیں ہے، مگر جب اس سے کسی سبب جرح کے ساتھ عدالت زائل ہو جائے۔ یہی حکم ہر اس محدث کا ہے، جس کی عدالت ثابت ہو اور اس کی خطا واضح ہو جائے۔'' (الثّقات : ٦٧٠/٧)

محدثین کرام اور ائمہ دین نے ابوبکر بن عیاش کی اس روایت کو خطا اور وہم قرار دیا ہے، لہٰذا اس روایت سے اجتناب کیا جائے گا۔

❀ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَوْ تَحَقَّقَ حَدِيثُ مُجَاهِدٍ أَنَّهُ لَمْ يَرَ ابْنَ عُمَرَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ لَكَانَ حَدِيثُ طَاوُسٍ، وَسَالِمٍ، وَنَافِعٍ، وَمُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، وَابْنِ الزُّبَيْرِ حِينَ رَأَوْهُ أَوْلٰى لِأَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَوَاهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَكُنْ يُخَالِفُ الرَّسُولَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ مَا رَوَاهُ أَهْلُ الْعِلْمِ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ، وَالْمَدِينَةِ، وَالْيَمَنِ، وَالْعِرَاقِ أَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ .

''اگر مجاہد کی روایت ثابت بھی ہو جائے کہ انہوں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو رفع الیدین کرتے نہیں دیکھا، تب بھی طاؤس، سالم، نافع، محارب بن دثار رحمہم اللہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی روایت ہی راجح ہو گی، انہوں نے عبداللہ

بن عمر رضی اللہ عنہما کو رفع الیدین کرتے دیکھا ہے، کیونکہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے رفع الیدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے، اس لیے آپ رضی اللہ عنہ رفع الیدین چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت نہیں کر سکتے۔ اس کے ساتھ ساتھ مکہ، مدینہ، یمن اور عراق کے اہل علم نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے رفع الیدین کرنا بیان کیا ہے۔'' (جُزء رفع الیدین، تحت الحدیث : ۲۷)

علامہ عبدالحی لکھنوی حنفی رحمہ اللہ (۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں:

لَوْ ثَبَتَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ تَرْكُ ذٰلِكَ فَلَا يَثْبُتُ مِنْهُ نَسْخُ فِعْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الثَّابِتِ بِالطُّرُقِ الصَّحِيحَةِ، عَنِ الْجَمْعِ الْعَظِيمِ إِلَّا إِذَا كَانَ فِيهِ تَصْرِيحٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِذْ لَيْسَ فَلَيْسَ.

''اگر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ترک رفع الیدین ثابت بھی ہو جائے، تب بھی اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل مبارک، جو کہ صحابہ کے ایک جم غفیر سے صحیح سندوں سے ثابت ہے، کا نسخ ثابت نہیں ہوتا، الا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی منسوخ ہونے کی صراحت آ جائے، جب صراحت نہیں، تو منسوخ بھی نہیں۔''

(التّعلیق المُمجّد :377/1)

(سوال): لاکھ نکالنا کیسا ہے؟

(جواب): بدعت ہے، قرآن وحدیث اور فہم سلف صالحین میں اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

❁ علامہ احمد رضا خان بریلوی صاحب سے سوال ہوا:

''حضور ایک شخص نے اپنی لڑکی کے انتقال کے بعد دیکھا کہ وہ علیل اور برہنہ

ہے، یہ خواب چند بار دیکھ چکا ہے۔''

تو جواب میں کہتے ہیں:

''کلمہ طیبہ ستر ہزار مرتبہ معہ درود شریف پڑھ کر بخش دیا جائے، انشاءاللہ پڑھنے والے اور جس کو بخشتا ہے، دونوں کے لئے ذریعہ نجات ہوگا۔ اور پڑھنے والوں کو دونا ثواب ہوگا اور اگر دو کو بخشے گا تو تگنا اسی طرح کروڑوں بلکہ جمیع مومنین و مومنات کو ایصال ثواب کر سکتا ہے، اسی نسبت سے اس پڑھنے والے کو بڑا ثواب ہوگا، حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک جگہ دعوت میں تشریف لے گئے، آپ نے دیکھا کہ ایک لڑکا کھانا کھا رہا ہے، کھانا کھاتے ہوئے دفعتا رونے لگا۔ وجہ دریافت کرنے پر کہا کہ میری ماں کو جہنم کا حکم ہے اور فرشتے اسے لئے جاتے ہیں (اس شہر میں یہ لڑکا کشف میں مشہور تھا) حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس یہی کلمہ ستر ہزار مرتبہ پڑھا ہوا محفوظ تھا، آپ نے اس کی ماں کو دل میں ایصال ثواب کر دیا فورا وہ لڑکا ہنسا، آپ نے سبب ہنسنے کا دریافت فرمایا: لڑکے نے جواب دیا کہ حضور میں نے ابھی دیکھا میری ماں کو فرشتے جنت کی طرف لئے جا رہے ہیں، شیخ ارشاد فرماتے ہیں: اس حدیث کی تصدیق مجھے اس لڑکے کے کشف سے ہوئی اور اس کے کشف کی تصدیق اس حدیث سے!''

(ملفوظات حصہ اول، ص81۔82، مرقاۃ شرح مشکوۃ للملا علی القاری تحت الحدیث:1142)

ان لوگوں نے کس قبیل کی بدعات داخل اسلام میں داخل کر رکھی ہیں، کیا جہنم سے آزادی دلوانے کا یہ کامیاب نسخہ محمد عربی ﷺ اور آپ کے صحابہ کو نہیں ملا، جو ان کو مل گیا

ہے؟ اسی طرح کشف سے روایت صحیح یا ضعیف ہونا اصول محدثین سے انحراف ہے، اسلام کا اس سے دور کا بھی واسطہ نہیں، محدثین جنہوں نے ہمیں یہ احادیث دی ہیں، احادیث کے اصل وارث انہوں نے تو کبھی اس طرح کے دعوے نہیں کیے، انہیں تو اس طرح کا خیال بھی نہیں گزرا کہ کشف وغیرہ سے احادیث کا صحیح یا ضعیف ہونا معلوم ہو جاتا ہے۔

رہا ابن عربی (۶۳۸ھ) جس کا لقب محی الدین تھا، تو وہ زندیق، ملحد، ضال، مضل، غالی صوفی، عقیدہ وحدت الوجود کا موجد تھا، اس نے فصوص الحکم اور الفتوحات المکیہ جیسی ردی کتابیں لکھیں، اہل علم نے اس کے رد میں کتابیں لکھیں۔

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

مِنْ أَرْدَإِ تَوَالِيفِهِ كِتَابُ الْفُصُوْصِ، فَإِنْ كَانَ لَا كُفْرَ فِيْهِ، فَمَا فِي الدُّنْيَا كُفْرٌ، نَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَفْوَ وَالنَّجَاةَ.

''اس کی ردی ترین کتاب فصوص الحکم ہے، اگر اس کتاب میں کفر نہیں ہے، تو دنیا میں کفر کا وجود ہی نہیں، ہم اللہ سے عافیت اور نجات طلب کرتے ہیں۔''

(سِيَر أعلام النبلاء: 48/23)

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

كُفْرُ ابْنُ عَرَبِيٍّ وَأَمْثَالُهُ فَوْقَ كُفْرِ الْقَائِلِينَ: ﴿لَنْ نُؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ﴾(الْأَنْعَام: ١٢٤) وَلٰكِنَّ ابْنَ عَرَبِيٍّ وَأَمْثَالَهُ مُنَافِقُونَ زَنَادِقَةٌ، اتِّحَادِيَّةٌ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ.

''ابن عربی اور اس جیسوں کا کفران کے کفر سے بڑا ہے، جو واضح الفاظ میں اعلان کرتے ہیں کہ ہم تب تک ایمان نہیں لائیں گے، جب تک ہمارے پاس

بھی وحی نہیں آتی۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ابن عربی اور اس قبیل کے لوگ زندیق منافق ہیں، یہ وحدت الوجودی جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں ہوں گے۔''

(شرح عقيدة الطّحاوية، ص 494، الرّد على القائلين بوحدة الوجود، ص 60)

❀ علامہ ملا علی قاری حنفی ﷫ (۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ مَنِ اعْتَقَدَ حَقِيقَةَ عَقِيدَةِ ابْنِ عَرَبِيٍّ فَكَافِرٌ بِالْإِجْمَاعِ مِنْ غَيْرِ النِّزَاعِ .

''یقین کرلیں کہ جو ابن عربی والا عقیدہ رکھتا ہے، بالاجماع کافر ہے، اس میں کوئی دورائے نہیں۔''

(الرّد على القائلين بوحدةالوجود، ص 154)

سوال: بعض کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے والدین کو دوبارہ زندہ کیا گیا اور وہ کلمہ طیبہ پڑھ کر فوت ہوئے، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: نبی اکرم ﷺ کے والدین کا دوبارہ زندہ ہونا ثابت نہیں۔ اس کے متعلق ایک جھوٹی روایت پیش کی جاتی ہے۔

سیدہ عائشہ ﷞ سے منسوب ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ إِلَى الْحَجُونِ كَئِيبًا حَزِينًا، فَأَقَامَ بِهِ مَا شَاءَ رَبُّهُ عَزَّ وَجَلَّ، ثُمَّ رَجَعَ مَسْرُورًا، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَزَلْتَ إِلَى الْحَجُونِ كَئِيبًا حَزِينًا، فَأَقَمْتَ بِهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ رَجَعْتَ

مَسْرُورًا، قَالَ : سَأَلْتُ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ، فَأَحْيَا لِي أُمِّي، فَآمَنَتْ بِي، ثُمَّ رَدَّهَا .

''رسول اللہ ﷺ غم اور پریشانی کی حالت میں مقامِ حجون کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں جتنی دیر اللہ نے چاہا، قیام فرمایا، پھر خوش وخرم واپس پلٹے۔ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا معاملہ ہے کہ آپ مقامِ حجون کی طرف غم و پریشانی کی حالت میں تشریف لے گئے تھے، پھر جتنی دیر اللہ نے چاہا آپ نے قیام فرمایا، پھر آپ خوش وخرم لوٹ آئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے ربّ سے دُعا کی۔ اس نے میرے لیے میری والدہ کو زندہ کر دیا، وہ مجھ پر ایمان لے آئیں، پھر اللہ نے انہیں فوت کر دیا۔''

(ناسخ الحديث ومنسوخه لابن شاهين : 656، السّابق واللاحق للخطيب : 283/1، 284، الموضوعات لابن الجوزي :283/1، اللآلي المصنوعة في الأحاديث الموضوعة للسّيوطي :244/1، الأباطيل والمناكير للجورقاني : 207)

روایت جھوٹی ہے۔

① ابوغزیہ محمد بن یحییٰ زہری کے بارے میں؛

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَضَعُ . ''یہ حدیثیں گھڑتا تھا۔'' (الضّعفاء والمتروكون : 482)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْمُتَّهَمُ بِهٖ هُوَ .

''اس حدیث کو اسی نے گھڑا ہے۔''

(لسان المیزان : 91/4)

اس کے بارے میں ادنیٰ کلمہ توثیق بھی ثابت نہیں۔

② محمد بن حسن بن زیاد، ابوبکر، نقاش کے بارے میں:

❁ حافظ ابوبکر برقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كُلُّ حَدِيثِهِ مُنْكَرٌ .

''اس کی بیان کردہ ساری حدیثیں منکر ہیں۔''

(تاریخ بغداد للخطیب : 205/2)

❁ خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي أَحَادِيثِهِ مَنَاكِيرُ بِأَسَانِيدَ مَشْهُورَةٍ .

''اس کی بیان کردہ احادیث مشہور سندوں کے ساتھ منکر روایات ہیں۔''

(تاریخ بغداد : 202/2)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلَّذِي وَضَحَ لِي أَنَّ هٰذَا الرَّجُلَ مَعَ جَلَالَتِهِ وَنُبْلِهِ مَتْرُوكٌ، لَيْسَ بِثِقَةٍ .

''جو بات مجھ پر واضح ہوئی ہے، وہ یہ ہے کہ یہ شخص اپنی جلالت وشوکت کے باوجود متروک ہے، ثقہ نہیں۔''

(تاریخ الإسلام : 36/8)

حافظ عثمان بن سعید، دانی رحمہ اللہ کا اُس کی شہادت کو مقبول قرار دینا درست نہیں۔

① خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی سند میں ابو العلاء، محمد بن علی، قاضی ہے۔ اسے

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(میزان الاعتدال : 654/3)

② حافظ ذہبی رحمہ اللہ ابو طالب، عمر بن ربیع، خشاب کے متعلق فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ كَذَّابٌ . ''یہ کذاب ہے۔''

(میزان الاعتدال : 196/3)

③ علی بن احمد، کعبی [ابو القاسم، علی بن ایوب، کعبی] کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بَصَرِيٌّ مُتَّهَمٌ .

''یہ بصرہ کا رہنے والا ہے، اس پر حدیث گھڑنے کا الزام ہے۔''

(لسان المیزان : 192/4)

④ احمد بن یحیٰ ''مجہول'' ہے۔

یوں یہ روایت من گھڑت اور خود ساختہ ہے۔

اس روایت کے بارے میں ائمہ دین اور محدثین کرام کے تبصرے ملاحظہ فرمائیں:

① اس روایت کو امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ''منکر و باطل'' قرار دیا ہے۔

(لسان المیزان لابن حجر : 91/4)

② حافظ ابن الجوزی اپنے استاذ ابو فضل ناصر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مَّوْضُوعٌ . ''یہ حدیث من گھڑت ہے۔''

(الموضوعات : 284/1)

③ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مَّوْضُوعٌ بِلَا شَكٍّ، وَالَّذِي وَضَعَهُ قَلِيلُ الْفَهْمِ، عَدِيمُ الْعِلْمِ، إِذْ لَوْ كَانَ لَهُ عِلْمٌ لَّعَلِمَ أَنَّ مَنْ مَّاتَ كَافِرًا لَّا يَنْفَعُهُ أَنْ يُّؤْمِنَ بَعْدَ الرَّجْعَةِ، لَا بَلْ لَّوْ آمَنَ عِنْدَ الْمُعَايَنَةِ لَمْ يَنْتَفِعْ، وَيَكْفِي فِي رَدِّ هٰذَا الْحَدِيثِ قَوْلُهُ تَعَالٰى : ﴿فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ﴾، وَقَوْلُهُ فِي الصَّحِيحِ : اسْتَأْذَنْتُ رَبِّي أَنْ أَسْتَغْفِرَ لِأُمِّي، فَلَمْ يَأْذَنْ .

''اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ حدیث من گھڑت ہے۔جس شخص نے اسے گھڑا ہے، وہ کم عقل اور علم سے کورا تھا۔اگر اس کے پاس علم ہوتا،تو اسے ضرور معلوم ہوتا کہ جو شخص کفر کی حالت میں فوت ہو جائے، اس کو دنیا میں دوبارہ لوٹائے جانے کے بعد ایمان کوئی فائدہ نہیں دے گا، بلکہ اگر وہ ملک الموت کو دیکھنے کے وقت بھی ایمان لے آئے،تو اس کے لیے مفید نہیں۔اس من گھڑت حدیث کے ردّ میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہی کافی ہے:﴿فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ﴾ (البقرۃ: ۲۱۷)(جو کفر کی حالت میں مر جائیں[وہ ہمیشہ کے جہنمی ہیں])۔ اسی طرح صحیح مسلم(۹۷۶) میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: میں نے اپنے ربّ سے اپنی والدہ کے لیے دُعائے مغفرت کی اجازت طلب کی،تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت نہیں دی۔''

(الموضوعات :284/1)

④ حافظ سہیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بِسَنَدٍ فِيهِ مَجْهُولُونَ .

''اس سند میں کئی مجہول راوی ہیں۔''

(الرّوض الأنف : 187/2)

⑤ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ مُّنْكَرٌ . ''یہ منکر حدیث ہے۔''

(لسان الميزان لابن حجر : 305/4)

⑥ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ كَذِبٌ، لِمَا صَحَّ مِنْ أَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اسْتَأْذَنَ رَبَّهٗ فِي الِاسْتِغْفَارِ لَهَا، فَلَمْ يَأْذَنْ لَهٗ .

''یہ جھوٹی حدیث ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے ربّ سے اپنی والدہ کے لیے استغفار کی اجازت چاہی، تو اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی [صحیح مسلم:٩٧٦]۔''

(ميزان الاعتدال : 684/2)

⑦ حافظ سیوطی نے اس کی سند کو ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(الحاوي للفتاوي : 230/2)

۞ نیز لکھا ہے:

هٰذَا الْحَدِيثَ ضَعِيفٌ بِاتِّفَاقِ الْمُحَدِّثِينَ .

''باتفاق محدثین یہ حدیث ضعیف ہے۔''

(الحاوي للفتاوي : 230/2)

فائدہ:

❀ حافظ ابن دحیہ کلبی رحمہ اللہ (۶۳۳ھ) کہتے ہیں:

إِنَّ الْحَدِيثَ فِي إِيمَانِ أُمِّهِ وَأَبِيهِ مَوْضُوعٌ، يَرُدُّهُ الْقُرْآنُ الْعَظِيمُ وَالْإِجْمَاعُ، قَالَ اللّٰهُ الْعَظِيمُ : ﴿وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ﴾ (النساء : ١٨)، فَمَنْ مَّاتَ كَافِرًا لَّمْ يَنْفَعْهُ الْإِيمَانُ بَعْدَ الرَّجْعَةِ، بَلْ لَّوْ آمَنَ عِنْدَ الْمُعَايَنَةِ لَمْ يَنْتَفِعْ، فَكَيْفَ بَعْدَ الْإِعَادَةِ؟

''رسول اللہ ﷺ کے والدین کے (دوبارہ زندہ ہوکر) ایمان لانے والی روایت من گھڑت ہے۔قرآنِ کریم اور اجماعِ امت اس کا ردّ کرتے ہیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ﴾(النّساء : ١٨) (اور [ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی] جو کفر کی حالت میں فوت ہوتے ہیں)۔ چنانچہ جو بھی شخص کفر کی حالت میں فوت ہو جاتا ہے، اسے مرنے کے بعد لوٹائے جانے پر ایمان لانا فائدہ نہیں دیتا، بلکہ اگر وہ ملک الموت کو دیکھنے کے بعد ایمان لائے، تو بھی اس کو کوئی فائدہ نہیں، چہ جائیکہ دوبارہ زندہ ہوکر ایمان لایا جائے۔''

(التّذكرة للقرطبي، ص 140)

❀ حافظ ابن دحیہ کا ردّ کرتے ہوئے علامہ قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لَيْسَ إِحْيَاءُ هُمَا وَإِيمَانُهُمَا بِمُمْتَنِعٍ عَقْلًا وَّشَرْعًا .

''ان کا دوبارہ زندہ ہوکر ایمان لانا عقلی اور شرعی اعتبار سے ناممکن نہیں ہے۔''

(التذكرة، ص 141)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس قول پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

هٰذَا كُلُّهٗ مُتَوَقَّفٌ عَلٰى صِحَّةِ الْحَدِيثِ، فَإِذَا صَحَّ فَلَا مَانِعَ مِنْهُ .

''یہ ساری بحث تو حدیث کی صحت پر موقوف ہے۔اگر اس بارے میں مروی حدیث صحیح ثابت ہو جائے،تو پھر واقعی یہ ممکن ہوگا(لیکن یہ روایت ہی من گھڑت ہے)۔''

(تفسير ابن كثير : 224/4)

نبی کریم ﷺ کے چچا کا دوبارہ زندہ ہونا اور ایمان لانا ثابت نہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اگر میں نہ ہوتا،تو میرے چچا ابو طالب جہنم کے نیچے والے طبقے میں ہوتے،تو نبی کریم ﷺ کی شفاعت سے ان کے عذاب میں تخفیف ہو جائے گی کہ اہل دوزخ میں انہیں کم تر عذاب ہوگا کہ انہیں آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے،جن سے ان کا دماغ ہنڈیا کی طرح اُبلے گا۔معلوم ہوا کہ ابو طالب شرعی مومن نہ تھے،جیسا کہ بعض ملحدین کہتے ہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

اَلْإِمَامُ ضَامِنٌ، وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ، اَللّٰهُمَّ أَرْشِدِ الْأَئِمَّةَ، وَاغْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِينَ .

''امام (اپنی اور مقتدیوں کی نماز کا) ضامن ہے،مؤذن (وقت پر اذان کہنے کا) امین ہے،اے اللہ! اماموں کی راہنمائی فرمانا اور مؤذنوں کو بخش دینا۔''

(سنن التّرمذي : 207)

جواب: روایت ضعیف ہے۔اس کی سند میں اضطراب ہے۔

❁ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهُ لَمْ يُثْبِتْ حَدِيثَ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَلَا حَدِيثَ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ عَائِشَةَ فِي هٰذَا .

''آپ رحمہ اللہ اس بارے میں ابوصالح عن ابی ہریرہ اور ابوصالح عن عائشہ والی (دونوں روایات کو) ثابت نہیں سمجھتے تھے۔''

(سنن الترمذي، تحت الرقم : 207)

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ حدیث ابی ہریرہ کے متعلق فرماتے ہیں:

مَا أُرٰى لِهٰذَا الْحَدِيثِ أَصْلًا .

''میرے مطابق اس حدیث کی کوئی سند ثابت نہیں۔''

(مسائل أبي داود : 1871)

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدِ اضْطَرَبَ الْحَدِيثُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ .

''ابوصالح سے یہ حدیث مضطرب ہے۔''

(العلل : 197/10)

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ .

''یہ حدیث ثابت نہیں۔''

(العِلل المتناهية : 437/1)

❁ اس حدیث کو حافظ نووی رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(خلاصة الأحكام :278/1)

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي سَنَدِهِمَا اضْطِرَابٌ .

”حدیث ابی ہریرہ اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند میں اضطراب ہے۔“

(نصب الرّاية : 59/2)

تنبیہ:

اس معنی کی روایت دیگر صحابہ سے بھی مروی ہے، مگر وہ بھی ضعیف و غیر ثابت ہے۔

سوال: خنزیر کے بالوں کا کیا حکم ہے؟

جواب: خنزیر نجس العین ہے، اس کے بال بھی نجس ہیں۔

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقُوا ...... أَنَّ لَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَشَحْمَهٗ وَوَدَكَهٗ وَغُضْرُوفَهٗ وَمُخَّهٗ وَعَصَبَهٗ حَرَامٌ كُلُّهٗ وَكُلُّ ذٰلِكَ نَجِسٌ .

”اہل علم کا اتفاق ہے کہ......خنزیر کا گوشت، چربی، چکنائی، نرم ہڈی، بھیجہ اور اعصاب سب کچھ حرام ہے، نیز سب نجس ہے۔“

(مَراتب الإجماع، ص 23)

❁ علامہ ابوالمظفر سمعانی رحمہ اللہ (۴۸۹ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْإِجْمَاعَ انْعَقَدَ عَلٰى نَجَاسَتِهٖ بِعِظَامِهٖ وَشُعُورِهٖ .

”خنزیر کی ہڈیوں اور بالوں کے نجس ہونے پر اجماع منعقد ہے۔“

(الاصطلام :103/1)